امام اعظمؒ

محمد خالد جذبی

حُسین پبلیکیشنز گوجرانوالا

امام اعظمؒ

ظہور اسلام سے پہلے ایران میں ایک معزز خاندان آباد تھا۔ عام طور پر لوگوں کی اکثریت آتش پرست تھی اس لئے قیاس کیا جاتا ہے کہ وہ خاندان بھی اپنے آباؤاجداد کی طرح آگ کی پوجا کرتا تھا مگر جب فاران کی چوٹیوں سے آفتاب رسالت طلوع ہوا تو اس خاندان کے ایک فرد حضرت زوطیؒ نے اسلام قبول کرلیا۔ یہ انتہائی باغیانہ اقدام تھا۔ آتش پرستوں کو ان کی یہ ادا پسند نہ آئی۔ ان کے ساتھ قدم قدم پر نفرت آمیز سلوک کیا گیا۔ یہاں تک کہ ان پر ایران کی زمین تنگ ہو گئی۔ مجبوراً انہوں نے اپنی بیوی کے ہمراہ عراق کا رخ کیا۔ یہ حضرت مولائے کائنات سیدنا علی علیہ السلام کی خلافت کا زمانہ تھا اور عراق کے شہر کوفہ کو دارالخلافہ ہونے کا شرف حاصل تھا۔ حضرت زوطیؒ کو اسی مقام پر گوشہ عافیت نظر آیا چنانچہ وہ یہیں سکونت پذیر ہو گئے۔ حضرت سیدنا علی علیہ السلام سے انہیں خاص عقیدت تھی اس لئے کبھی کبھی ان کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنے جذبات کا اظہار کرتے۔ وقت آہستہ آہستہ گزرتا رہا۔ پھر ایک روز اللہ کریم نے حضرت زوطیؒ کو اولاد کی دولت سے سرفراز فرمایا۔ انہوں نے بیٹے کا نام ثابتؒ رکھا۔ حضرت ثابتؒ ابھی بچے ہی تھے کہ حضرت زوطیؒ نے انہیں ایک روز کمال عقیدت سے حضرت سیدنا علی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا اور دعا کی درخواست کی۔ وہ ان کے اس عمل سے بہت خوش ہوئے اور ان کے سر پر دست کرم رکھتے ہوئے دعائے خیر فرمائی۔ حضرت

ثابتؒ کے حالات پر وقت نے گہرا پردہ ڈال دیا ہے۔ تذکرہ نویسوں کے بیان سے بس اتنا پتا چلتا ہے کہ وہ تجارت کرتے تھے اور اپنی بیوی کے ساتھ خوش و خرم زندگی بسر کرتے تھے۔ یہ ۸۰ھ کا واقعہ ہے۔ اللہ کریم نے حضرت زوطیؒ کے خاندان کو مزید وسعت دی اور چراغ سے چراغ روشن ہوا۔ حضرت ثابتؒ نے بیٹے کا نام نعمانؒ رکھا جسے دنیا نے ابو حنیفہؒ کی کنیت اور امام اعظمؒ کے لقب سے یاد کیا۔ حضرت زوطیؒ نے اسلام کی راہ میں جو تکلیفیں برداشت کیں اور جس طرح اپنے دل پر ہجرت کا زخم کھایا اللہ کریم نے اسی انداز میں انہیں سرخرو فرمایا۔ حضرت امام اعظم سیدنا ابو حنیفہ نعمان کوفی قدس اللہ سرہ کی پیدائش خاندان زوطیؒ کے لئے فخر کی روشن علامت تھی۔ ممکن ہے کہ اس سلسلے میں بعض ظاہر پرست عقلی توجیہات سے کام لیں مگر اہل دل کو یقین ہے کہ نسل زوطیؒ کی سربلندی میں حضرت سیدنا علی علیہ السلام کی دعائیں بھی شامل تھیں۔

○

حضرت امام ابو حنیفہ کوفیؒ کے بچپن کا زمانہ فتنوں سے لبریز تھا۔ ہر طرف ظلم و ناانصافی کی حکومت تھی۔ انسانوں کے حقوق پامال ہو رہے تھے اور حکمرانوں کو اپنی ذات کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا۔ اموی فرمانروا عبدالملک بن مروان نے حجاج بن یوسف کو عراق کا حاکم مقرر کیا تھا۔ اس جابر شخص نے انسانی حدود سے نکل کر سفاکی کے وہ مظاہرے کئے تھے کہ ان کے آگے درندوں کی خون آشامی بھی ہیچ تھی۔ اس کے علاوہ بھی کچھ لوگ اقتدار کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے زمین پر تباہ کاریاں پھیلا رہے تھے۔ یہ ایک ہی زنجیر ستم کی مختلف کڑیاں تھیں جو انسانی تہذیب کو اژدھے کے مانند جکڑے ہوئے تھیں۔ مشہور فرمانروا عمر بن عبدالعزیزؒ نے اسی قبیلہ ستمگراں کے بارے میں کہا تھا "شام میں ولید، عراق میں حجاج، مصر میں قرہ، حجاز میں عثمان، واللہ تمام دنیا ظلم سے بھر گئی ہے۔" یہ مملکت اسلامیہ کی خوش نصیبی تھی کہ تمام جفا پیشہ حکمران یکے بعد دیگرے دنیا سے رخصت ہو گئے۔ ۹۶ھ میں ولید بن عبدالملک نے وفات پائی اور اس کا بھائی

سلیمان بن عبد الملک تخت نشین ہوا۔ وہ ایک لائق فرمانروا تھا۔ اسلامی دنیا پر اس کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ اس نے عمر بن عبد العزیزؒ کو اپنا مشیر بنایا اور ان کی جانشینی کی وصیت کی۔ سلیمان بن عبد الملک نے ۹۹ھ میں وفات پائی اور وصیت کے مطابق عمر بن عبد العزیزؒ منصب خلافت پر فائز ہوئے۔ انہوں نے اپنے عہد میں نظام عدل و انصاف قائم کرنے کے علاوہ علوم شرعیہ کو اس قدر ترقی دی کہ ہر طرف علم و حکمت کے چرچے عام ہو گئے۔ حالات کے اس پس منظر کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ولید اور سلیمان کے دور میں تحصیل علم کے راستے مسدود ہو کر رہ گئے تھے اس لئے حضرت امام ابو حنیفہ کوفیؒ بھی فطرت کے تقاضوں کی تکمیل نہ کر سکے۔ مجبوراً آپ کو اپنے خاندانی پیشے کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔ فطری ذہانت اس میدان میں بھی نمایاں رہی اور آپ نے بہت جلد اپنی موروثی تجارت کو وسعت دے کر نئی بنیادوں پر استوار کیا لیکن جیسے ہی عمر بن عبد العزیزؒ کے عہد میں گھر گھر درس و تدریس کا شہرہ ہوا آپ کے دل میں بھی تکمیل تعلیم کی تحریک پیدا ہوئی۔ اتفاق سے اسی زمانے میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے آپ کی آتش شوق کو بھڑکا دیا۔ آپ ایک روز بازار جا رہے تھے۔ کوفہ کے مشہور بزرگ حضرت شعبیؒ کا مکان راستے میں پڑتا تھا۔ جب آپ ان کے سامنے سے گزرے تو انہوں نے طالب علم سمجھ کر اپنے قریب بلا لیا اور محبت آمیز لہجے میں پوچھا "کہاں جا رہے ہو؟" آپ نے کہا "ایک تاجر کے پاس" انہوں نے دریافت کیا "کس سے پڑھتے ہو؟" آپ نے جواب دیا "کسی سے بھی نہیں۔" انہوں نے کہا "مجھے تم میں قابلیت کے جوہر نظر آتے ہیں، تم علماء کی صحبت میں بیٹھا کرو اور علم حاصل کرو۔" اس کے بعد وہ اپنے مکان میں چلے گئے اور آپ راستے بھر ان کے الفاظ پر غور کرتے رہے۔ ایک عجیب اضطراب تھا اور عجیب ذہنی خلش تھی جس نے کئی راتوں تک آپ کو سونے نہیں دیا۔ بالآخر آپ نے اپنی آئندہ زندگی کے بارے میں ایک اہم فیصلہ کیا جس نے نہ صرف آپ کی ذاتی حیثیت کو بدل ڈالا بلکہ اسلامی تاریخ پر بھی گہرے نقوش ثبت کئے۔

○

حضرت حمادؒ کوفہ کے مشہور بزرگ تھے۔ ان کے علم و فضل کا یہ عالم تھا کہ استاد وقت کا درجہ رکھتے تھے۔ انہیں مشہور صحابی حضرت انس بن مالکؓ سے حدیث سننے کا شرف حاصل تھا۔ اس وصف خاص نے ان کی شخصیت کو سورج سے زیادہ روشن بنا دیا تھا۔ مزید یہ کہ وہ بڑے بڑے تابعین کی صحبت سے فیضیاب ہوئے تھے۔ نتیجتاً" کوفہ میں ان کی درسگاہ کو جو مرتبہ حاصل تھا وہ کسی دوسرے مکتب کی تقدیر نہ بن سکا۔ حضرت امام ابو حنیفہ کوفیؒ نے بھی انہی کی ذات میں اپنے درد کا درماں تلاش کیا۔ آپ نے ان کی خدمت میں ایک طویل عرصہ گزارا اور فقہ کا علم حاصل کیا۔ مستند حوالوں سے یہ ثابت ہے کہ آپ فقہ کا علم حاصل کرنے کے لئے کوفہ کے بعض دوسرے بزرگوں کی خدمت میں بھی حاضر ہوا کرتے تھے لیکن بنیادی طور پر آپ حضرت حمادؒ ہی کے تربیت یافتہ تھے۔

○

حضرت امام ابو حنیفہ کوفیؒ علم فقہ کے بعد علم حدیث کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سلسلے میں کوفہ کے ایک ایک محدث کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پھر بھی تشنگی کا احساس باقی رہا تو بصرہ کا رخ کیا۔ یہاں بھی نامور محدثین کا اجتماع تھا۔ حضرت حسن بصریؒ، حضرت قتادہؒ اور حضرت شعبہؒ کے فیض کے چشمے جاری تھے۔ اگرچہ حضرت حسن بصریؒ ۱۱۰ھ تک زندہ رہے مگر آپ کا ان سے استفادہ کرنا ثابت نہیں ہوتا البتہ حضرت قتادہؒ اور حضرت شعبہؒ کی شاگردی اختیار کرنے کے بے شمار تذکرے ملتے ہیں۔ حضرت قتادہؒ اس پائے کے محدث تھے کہ ان کے علم و فضل سے کوئی ایک شخص بھی منکر نظر نہیں آتا۔ امام احمد بن حنبلؒ کہتے تھے "کوئی علم میں قتادہؒ کے برابر ہو تو ہو مگر ان سے بڑھ کر نہیں ہو سکتا۔" حضرت شعبہؒ کا یہ مرتبہ تھا کہ حضرت سفیان ثوریؒ انہیں اقلیم علم حدیث کا "امیرالمومنین" کہتے تھے۔ امام شافعیؒ کہتے تھے "شعبہؒ نہ ہوتے تو عراق میں حدیث کا

رواج نہ ہوتا۔" حضرت شعبہؒ کو آپ کے ساتھ ایک خاص تعلق تھا۔ وہ آپ کی غیرموجودگی میں اکثر آپ کی ذہانت اور دانشمندی کی تعریف کرتے تھے۔ ایک بار آپ کا ذکر آیا تو انہوں نے کہا "جس طرح میں جانتا ہوں کہ سورج روشن ہے اسی یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ علم اور نعمانؒ ہم نشین ہیں۔"

○

حضرت امام ابو حنیفہ کوفیؒ کو کوفہ اور بصرہ کی درسگاہوں سے حدیث کا بہت بڑا ذخیرہ حاصل ہوا لیکن آپ اسے ناکافی سمجھتے تھے۔ تکمیل کی سند حاصل کرنے کے لئے حرمین شریفین جانا ضروری تھا جو علوم شرعیہ کے حقیقی مراکز تھے۔ ۱۰۰ھ میں آپ مکہ مکرمہ پہنچے تو ہر طرف درس و تدریس کا شور تھا۔ فن حدیث کے استادوں نے اپنی الگ الگ درسگاہیں قائم کر رکھی تھیں۔ ان میں حضرت عطا بن ابی رباحؒ کا حلقہ سب سے زیادہ وسیع تھا۔ وہ مشہور تابعی تھے۔ انہوں نے دو سو صحابہ کرامؓ کی خدمت میں رہ کر اجتہاد کا درجہ حاصل کیا تھا۔ آپ استفادے کی غرض سے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے پوچھا "آپ کا عقیدہ کیا ہے؟" آپ نے کہا "میں اسلاف کو برا نہیں کہتا' گناہگار کو کافر نہیں سمجھتا اور قضاو قدر کا قائل ہوں۔" آپ کا جواب سن کر انہوں نے آپ کو اپنے درس میں شامل ہونے کی اجازت دے دی۔ آپ استاد کے ادب اور علم کے حصول کے خیال سے اکثر خاموش رہتے مگر جب بھی بولتے آپ کی دانشورانہ صلاحیتیں ظاہر ہو جاتیں۔ آخر وہ وقت بھی آگیا جب حضرت عطاؒ آپ کو احترام کی نظر سے دیکھنے لگے۔ آپ حلقہ درس میں جاتے تو وہ دوسرے لوگوں کو ہٹا کر آپ کو اپنے پہلو میں جگہ دیتے۔ ۱۰۲ھ میں آپ نے مدینہ منورہ کا سفر اختیار کیا۔ یہ شہر مقدس حدیث کا مخزن تھا۔ یہاں سات بزرگ حدیث و فقہ میں درجہ کمال رکھتے تھے۔ یہ تابعین کی ایک معزز جماعت تھی۔ عام طور پر لوگ شرعی مسائل میں انہی حضرات کی طرف رجوع کرتے تھے۔ جب آپ مدینہ منورہ پہنچے تو ان بزرگوں میں سے صرف دو زندہ تھے' ایک

حضرت سلیمانؒ اور دوسرے حضرت سالمؒ۔ حضرت سلیمانؒ حضور سید العالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی زوجہ مطہرہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے غلام تھے اور حضرت سالمؒ حضرت عمر فاروقؓ کے بیٹے حضرت عبداللہؓ کے فرزند تھے۔ آپ ان دونوں بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوئے اور علم کی کتاب میں نئے باب کا اضافہ کیا۔

○

حضرت امام ابو حنیفہ کوفیؒ کے علم کی تشنگی کا یہ حال تھا کہ تمام عمر حصول علم کا سلسلہ جاری رکھا۔ آپ اکثر حرمین شریفین جاتے اور وہاں مہینوں قیام کرتے۔ حج بیت اللہ کی تقریب میں اسلامی ممالک کے گوشے گوشے سے بڑے بڑے اہل کمال مکہ مکرمہ آکر جمع ہوتے تھے۔ آپ ان بزرگوں سے ملاقات کرتے اور ان کے علم سے اپنے دل و دماغ کو روشن کرتے۔ مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران ہی ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب آپ کی ذہانت اور اجتہاد کی شہرت دور دور تک پھیل چکی تھی۔ انہی دنوں آپ کے ایک شاگرد حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے بیروت کا سفر کیا۔ وہ فن حدیث کی تکمیل کے لئے مشہور بزرگ حضرت اوزاعیؒ کی صحبت سے فیضیاب ہونا چاہتے تھے۔ وہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے پوچھا "کوفہ میں ابو حنیفہؒ کون شخص ہے جو دین میں نئی نئی باتیں نکالتا ہے؟" انہوں نے کوئی جواب نہ دیا اور خاموشی سے گھر واپس چلے آئے۔ چند روز بعد وہ دوبارہ گئے تو کچھ کاغذات ساتھ لیتے گئے۔ انہوں نے ان کے ہاتھ سے وہ کاغذات لے لئے۔ پہلی ہی سطر میں لکھا ہوا تھا "قال نعمان بن ثابتؒ" وہ بہت دیر تک ان کاغذات کا مطالعہ کرتے رہے پھر دریافت کیا "یہ نعمانؒ کون بزرگ ہیں؟" انہوں نے جواب دیا "یہ عراق کے رہنے والے ہیں۔ میں نے ان کی صحبت میں کافی وقت گزارا ہے۔" انہوں نے کہا "یہ بڑے پائے کے عالم ہیں۔" حضرت عبداللہؒ نے کہا "یہ وہی ابو حنیفہؒ ہیں جن کے بارے میں آپ نے کہا تھا کہ وہ دین میں نئی نئی باتیں نکالتا ہے۔" حضرت اوزاعیؒ کو اپنی غلطی پر بہت افسوس ہوا۔ اگلے سال وہ حج کے لئے مکہ

مکرمہ گئے تو وہاں آپ سے ملاقات ہوئی۔ گفتگو کے دوران میں ان مسائل کا ذکر بھی آیا جو ان کاغذات پر لکھے ہوئے تھے۔ اتفاق سے حضرت عبداللہؒ بھی وہاں موجود تھے۔ ان کا بیان ہے "امام ابو حنیفہ کوفیؒ کی تقریر سن کر حضرت اوزاعیؒ حیران رہ گئے۔ جب وہ مجلس سے چلے گئے تو انہوں نے کہا کہ اس شخص کے کمال نے لوگوں کو حاسد بنا دیا ہے۔ بلاشبہ میری بدگمانی غلط تھی جس کا مجھے بے حد افسوس ہے۔" بعد میں آپ نے فن حدیث میں ان کی شاگردی اختیار کی۔ ایسا ہی ایک واقعہ مدینہ منورہ میں پیش آیا۔ جب آپ دوسری مرتبہ مدینہ منورہ گئے تو حضرت امام حسین علیہ السلام کے بیٹے حضرت امام علی زین العابدین علیہ السلام کے فرزند حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے۔ ایک شخص نے تعارف کراتے ہوئے کہا "یہ امام ابو حنیفہ کوفیؒ ہیں۔" انہوں نے بہت غور سے آپ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا "کیا آپ ہی قیاس کی بنا پر ہمارے ناناؐ کی حدیثوں سے اختلاف کرتے ہیں؟" آپ نے نہایت ادب سے کہا "معاذ اللہ، حدیث کی کون مخالفت کر سکتا ہے؟ آپ اجازت دیں تو کچھ عرض کروں۔" انہوں نے اجازت عطا فرمائی تو آپ نے پوچھا "مرد ضعیف ہے یا عورت؟" انہوں نے فرمایا "عورت" آپ نے پوچھا "وراثت میں مرد کا حصہ زیادہ ہے یا عورت کا؟" انہوں نے فرمایا "مرد کا" آپ نے کہا "اگر میں قیاس کا سہارا لیتا تو یہ کہتا کہ عورت کو زیادہ حصہ ملنا چاہئے کیونکہ ظاہری قیاس کی بنیاد پر ضعیف اس رعایت کا زیادہ حقدار ہے۔" پھر آپ نے پوچھا "نماز افضل ہے یا روزہ؟" انہوں نے فرمایا "نماز" آپ نے کہا "اس اعتبار سے حائضہ عورت پر نماز کی قضا ہونی چاہئے نہ کہ روزے کی اور میں بھی روزے ہی کی قضا کا فتویٰ دیتا ہوں۔" آپ کا جواب سن کر وہ بہت خوش ہوئے اور فرط مسرت میں آپ کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ بعد میں آپ نے ان کی خدمت میں ایک طویل عرصہ گزارا اور حدیث و فقہ کے سلسلے میں نادر معلومات حاصل کیں۔ ان کے بیٹے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی صحبتوں سے بھی آپ نے بہت فائدہ اٹھایا۔

○

حضرت امام ابو حنیفہ کوفیؒ نے اگرچہ اپنے استاد حضرت حمادؒ کی زندگی ہی میں اجتہاد کا درجہ حاصل کر لیا تھا مگر آپ کے شاگردانہ خلوص نے یہ گوارا نہیں کیا کہ استاد کے ہوتے ہوئے اپنی الگ مجلس آراستہ کریں۔ حضرت حمادؒ نے ۱۲۰ھ میں وفات پائی۔ ان کے انتقال سے کوفہ میں ہر طرف تاریکی چھا گئی۔ لوگ بہت مضطرب تھے۔ مجبوراً ان کے بیٹے حضرت اسماعیلؒ کو مسند درس پر بٹھایا گیا۔ اگرچہ وہ ایک لائق فرزند تھے لیکن زبان و ادب کی طرف زیادہ مائل تھے۔ آخر کچھ روز بعد ایک بزرگ حضرت موسیٰ بن کثیرؒ نے ان کی جگہ لے لی۔ چند روز تک ان کا درس جاری رہا۔ جب وہ حج کو چلے گئے تو لوگوں نے آپ سے مسند درس سنبھالنے کی درخواست کی مگر آپ نے انکار کر دیا اور فرمایا "میں اس ذمے داری کا اہل نہیں ہوں۔" لوگ آپ کے اس اعتراف عجز کو تسلیم کرنے کے لئے آمادہ نہیں تھے۔ وہ اصرار کرتے رہے۔ آخر آپ نے علم کی وراثت کو قبول کر لیا اور انتہائی انکسار کے ساتھ استاد کی جگہ پر بیٹھ کر درس دینے لگے۔ شروع میں حضرت حمادؒ کے پرانے شاگرد ہی شریک درس ہوئے لیکن کچھ عرصے بعد وہ شہرت حاصل ہوئی کہ کوفہ کی اکثر درسگاہیں ٹوٹ کر آپ کے حلقے میں شامل ہو گئیں۔ انتہا یہ کہ آپ کے اساتذہ بھی آپ کے علمی تبحر کا اعتراف کرتے تھے اور لوگوں کو آپ کے درس میں شریک ہونے کی ترغیب دیتے تھے۔

○

۱۲۵ھ میں اموی فرمانروا ہشام بن عبدالملک نے وفات پائی اور سلطنت کی ذمے داری ولید سے ہوتی ہوئی مروان تک پہنچی۔ بہت عرصے سے عباسی سلطنت کے لئے زیر زمین کام ہو رہا تھا۔ مروان کے عہد میں یہ تحریک شدت اختیار کر گئی۔ ابو مسلم خراسانی نے پورے ملک میں سازشوں کا جال پھیلا دیا تھا۔ بیشتر فسادات کا مرکز عراق تھا اور عراق میں خاص طور پر شہر کوفہ۔ مروان نے سیاسی ریشہ دوانیوں کو ختم کرنے کے لئے یزید بن

عمر ہبیرہ کو عراق کا حاکم مقرر کیا۔ یہ شخص نہایت مدبر تھا۔ اس نے بہت باریک بینی سے حکومت کی ظاہری ساخت کا مشاہدہ کیا اور بہت جلد اس نتیجے پر پہنچ گیا کہ علماء کی شمولیت کے بغیر حکومت کا استحکام ممکن نہیں۔ نتیجتاً اس نے عراق کے سارے فقیہوں کو طلب کیا اور انہیں اہم ترین ملکی خدمات پر مامور کر دیا۔ وہ حضرت امام ابو حنیفہ کوفیؒ کو میر منشی و مہتمم خزانہ مقرر کرنا چاہتا تھا مگر آپ نے اس عہدے کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس نے قسم کھا کر کہا "آپ کو یہ عہدہ قبول کرنا ہو گا۔" آپ نے فرمایا "تیرے قسم کھانے سے میرا ارادہ تبدیل نہیں ہو سکتا۔ میں یہ عہدہ ہرگز قبول نہیں کروں گا۔" یہ بڑا واضح انکار تھا اور رسم دنیا کے اعتبار سے توہین حاکم بھی۔ وقت کی نزاکت دیکھ کر آپ کے قریبی دوستوں نے بھی آپ کو سمجھایا مگر آپ کے پائے استقامت میں ہلکی سی بھی جنبش نہیں ہوئی۔ آپ نے فرمایا "میں تو یہ بھی گوارا نہیں کرتا کہ یہ مجھے مسجدوں کے دروازے گننے کا حکم دے اور میں اس کی تعمیل کروں۔ پھر یہ کس طرح ممکن ہے کہ یہ ایک مسلمان کے قتل کا فرمان لکھے اور میں اس پر اپنی مہر ثبت کر دوں۔" آپ کا جواب سن کر وہ غضبناک ہو گیا اور عالم طیش میں آپ کو ہر روز دس کوڑے لگانے کا حکم دے دیا۔ کچھ روز تک اس ظالمانہ حکم کی تعمیل ہوتی رہی مگر آپ اپنے انکار پر قائم رہے۔ آخر مجبور ہو کر اس نے اپنا حکم واپس لے لیا۔

○

۱۳۲ھ میں وقت نے کروٹ لی اور بنو امیہ کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔ بنو عباس عرصہ دراز سے تاج و تخت کے خواہشمند تھے۔ انہیں ان کے خوابوں کی تعبیر مل گئی۔ اس خاندان کا پہلا فرمانروا ابو العباس سفاح تھا۔ اس نے چار سال تک حکومت کی اور ۱۳۶ھ میں وفات پائی۔ اس کے انتقال کے بعد اس کا بھائی ابو جعفر منصور تخت نشین ہوا۔ عباسیوں نے امویوں سے اس قدر بھیانک انتقام لیا کہ اس کی نظیر انسانی تاریخ میں مشکل سے ملے گی۔ اموی فرمانرواؤں کی قبریں کھدوا کر ان کی ہڈیاں تک جلا دی گئیں۔

ہر طرف فتنے سر اٹھا رہے تھے۔ ان بغاوتوں کو کچلنے میں سفاح اور منصور اعتدال کی حدوں سے بہت دور نکل گئے۔ انہوں نے عباسی سلطنت کی بنیادیں مضبوط کرنے کے لئے لوگوں پر بے حد مظالم ڈھائے۔ ظلم کے شعلے یہاں تک بھڑکے کہ خاندان سادات بھی ان کی لپیٹ میں آ گیا۔ انہوں نے صرف بدگمانی کو جواز بنا کر خاندان سادات کی بنیادیں کھود ڈالیں۔ جو لوگ ان میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے ان پر زیادہ قیامتیں ٹوٹیں۔ آخر تنگ آ کر خاندان سادات کے ایک فرد حضرت محمد نفس ذکیہؒ چند آدمیوں کے ہمراہ مدینہ منورہ کی طرف بڑھے۔ یہاں کچھ روز میں ایک بڑی جمعیت پیدا ہو گئی۔ مشہور مذہبی پیشوا بھی ان کے ہمنوا ہو گئے۔ انتہا یہ کہ امام مالکؒ نے بھی فتویٰ دے دیا "منصور نے جبراً بیعت لی ہے' خلافت محمد نفس ذکیہؒ کا حق ہے۔" حضرت محمد نفس ذکیہؒ نہایت دلیر تھے۔ وہ میدان جنگ میں اس طرح لڑے کہ ان کی شجاعت کے آگے سرفروشی کے بے شمار افسانے دھندلے پڑ گئے مگر فتح ان سے بہت دور تھی۔ آخر انہوں نے جام شہادت نوش کیا۔ ان کے بعد ان کے بھائی حضرت ابراہیمؒ نے علم خلافت بلند کیا تو دوسرے مذہبی پیشواؤں کے ساتھ ساتھ حضرت امام ابو حنیفہ کوفیؒ نے بھی ان کی حمایت کی۔ حضرت ابراہیمؒ نے میدان جنگ میں مثالی جرات اور شجاعت کا مظاہرہ کیا لیکن شکست کھائی اور لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ آپ کو پتا چلا تو فرمایا "افسوس میں اس جنگ میں شریک نہیں ہو سکا۔ کاش میں بھی اس جماعت میں شامل ہوتا جو حق و انصاف کی سربلندی کے لئے ظالموں سے جہاد کر رہی تھی۔"

○

جنگ کی اس ہولناک مہم سے فارغ ہونے کے بعد منصور ان لوگوں کی طرف متوجہ ہوا جنہوں نے حضرت محمد نفس ذکیہؒ اور حضرت ابراہیمؒ کا ساتھ دیا تھا۔ حضرت امام ابو حنیفہ کوفیؒ بھی اس اعتبار سے مخالفین میں شامل تھے۔ اس نے سیاسی مصلحتوں کے پیش نظر سب سے پہلے پایہ تخت کو ہاشمیہ سے بغداد منتقل کیا اور پھر یہاں پہنچتے ہی آپ کو

طلب کیا۔ آپ آئے تو ایک حاجب ربیع نے آپ کو ان الفاظ کے ساتھ دربار میں پیش کیا "یہ دنیا کے سب سے بڑے عالم ہیں۔" منصور نے آپ کے لئے قضا کا عہدہ تجویز کیا مگر آپ نے اس عہدے کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا "میں اپنے ناتواں جسم میں اس بارگراں کو اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا۔" اس نے کہا "آپ جھوٹ بولتے ہیں۔" آپ نے فرمایا "جب میں آپ کے نزدیک جھوٹا ہوں تو پھر ایک جھوٹا شخص کس طرح قاضی ہو سکتا ہے؟" اس نے قسم کھا کر کہا "آپ کو یہ عہدہ قبول کرنا ہو گا۔" آپ نے بھی قسم کھا کر فرمایا "میں یہ عہدہ ہرگز قبول نہیں کروں گا۔" آپ کی اس جرات پر تمام اہل دربار حیران رہ گئے۔ ربیع نے کہا "آپ امیرالمومنین کے مقابلے میں قسم کھاتے ہیں؟" آپ نے فرمایا "ہاں، کیونکہ انہیں قسم کا کفارہ ادا کرنا میری نسبت زیادہ آسان ہے۔" آپ نے اپنے علمی کمالات کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہر شخص کو بے زبان کر دیا مگر اقتدار کا نشہ کسی زبان کو نہیں سمجھتا۔ منصور کا دل پہلے ہی آپ کی طرف سے صاف نہیں تھا۔ اس تازہ واقعے کو حکومت کی نافرمانی قرار دے کر اس نے آپ کو جیل بھجوا دیا۔ یہ واقعہ ۱۴۶ھ کا ہے۔ اگرچہ منصور نے علم و عمل کے اس سورج کو اندھیرے کی زنجیریں پہنا کر زنداں کے حوالے کر دیا تھا مگر روشنی کا سفر پھر بھی جاری تھا۔ اسیری کے باوجود آپ کی تقدیس و شہرت روز بہ روز بڑھتی جا رہی تھی۔ علم کے پیاسے تمام اسلامی ممالک سے سمٹ کر بغداد میں جمع ہو رہے تھے۔ خود بغداد کے علماء آپ سے بے حد عقیدت رکھتے تھے۔ اس صورتحال کے پیش نظر منصور آپ کے خلاف کوئی گستاخانہ قدم نہیں اٹھا سکتا تھا۔ یہاں تک کہ قیدخانے میں بھی آپ کے درس کا سلسلہ جاری رہا۔ آپ کے ایک شاگرد امام محمدؒ نے اسی تاریک مقام پر آپ سے تعلیم حاصل کی۔ جس خوف سے نجات پانے کے لئے منصور نے آپ کو بیڑیاں پہنائی تھیں وہ اب بھی روز اول کی طرح برقرار تھا۔ آخر ۱۵۰ھ میں اس نے آپ کو زہر دلوا دیا۔ جیسے ہی زہر کا اثر محسوس ہوا آپ سجدے میں چلے گئے۔ اللہ کریم کی تسبیح بیان کی اور نہایت عاجزی

سے کہا "اے اللہ! تیرا بندہ نعمان حاضر ہے۔" اور پھر آپ کی روح اپنے پروردگار کی طرف رجوع کر گئی۔

محمد خالد جذبی

۲۷ رجب المرجب ۱۴۰۶ھ